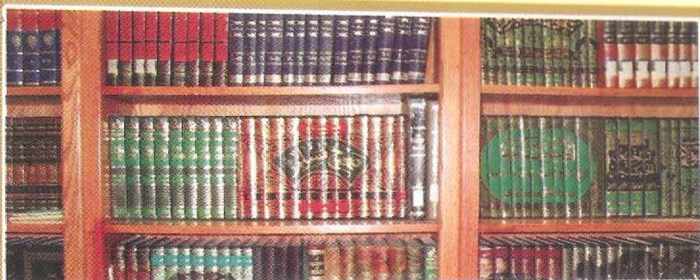
سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۹۸

طلبہ و مدرسین سے خصوصی خطاب

جامعہ اشرف المدارس کے شعبہ کتب کے افتتاح کے موقع پر





شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم



کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰، فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: طلبہ ومدرِّسین سے خصوصی خطاب

نام واعِظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلہم علینا الیٰ مأۃ وعشرین سنۃ

تاریخ وعظ: ۹؍شوّال المکرم ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۷؍جون ۱۹۸۷ء بروز بدھ بوقت صبح ۸ بجے جامعہ اشرف المدارس کے شعبۂ کتب کے افتتاح کے موقع پر

مقام: مسجد اشرف گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: بعثتِ نبوت کے مقاصدِ ثلاثہ

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی

کمپوزِنگ: مفتی محمد عاصم صاحب، مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعتِ اوّل: رجب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق مئی ۲۰۱۲ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشِر: کُتب خانہ مَظہری

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

طلبہ ومدرّسین سے خصوصی خطاب

(جامعہ اشرف المدارس کے شعبۂ کتب کے افتتاح کے موقع پر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیت:۱۱۴)

بے ادبی اور بدتمیزی کی سزا کا ایک اہم اُصول

ہمارے مدرسہ کے ایک استاد کو ان کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے معزول کر دیا گیا تھا لیکن مولانا محمد مظہر صاحب نے ان کو دوبارہ استاد رکھ لیا کیونکہ مولانا محمد مظہر صاحب کے مزاج میں شفقت اور ترحم زیادہ ہے حالانکہ یہ معاملہ نافرمانی، بدتمیزی اور بغاوت کا ہے اور اصول اور قاعدہ یہی ہے کہ ایک دفعہ جب کسی انسان کی بے وفائی کا حال معلوم ہو جائے تو آئندہ اُس سے وفا کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے شیخِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو اعلیٰ درجہ کے نورِ تقویٰ سے نوازا ہے، وہ انتہائی متبع سنت اور متقی بزرگ ہیں، انہوں نے مجھ سے خود فرمایا تھا کہ جب کوئی استاد بدتمیزی یا نافرمانی کرتا ہے اور اپنی من مانی چلاتا ہے تو میں اُس کا بذریعۂ تار اِخراج کر دیتا ہوں۔ حضرت کے بمبئی میں ستّر مدرسے ہیں، جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو فوراً ہردوئی سے استاد کو تار جاتا ہے کہ آپ کو معزول کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ ایسے معاملہ کے لیے کہتے ہیں کہ دیر کرنا بہتر ہے لیکن یہاں دیر کرنا ایسا ہے جیسے جنازہ کو دفن کرنے میں دیر کرنا ہے، اب یہ مسئلہ کہ دوسرا استاد ملے گا بھی یا نہیں تو اس کو بھی سمجھ لیجیے کہ دین کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لینے کا وعدہ کیا ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

(سورۃ الحجر، آیت:۹)

اس آیت سے قرآنِ پاک کی حفاظت مع اُس کے نقوش اور معنی دونوں مراد ہیں۔

کسی کے جاہل یا بددین ہونے کی شرعی دلیل

مودودی صاحب کہتے تھے کہ آج تک قرآن کے معنی اس طرح کسی نے نہیں سمجھے جس طرح میں نے سمجھے ہیں اور بغیر معنی کے سمجھے ہوئے قرآن کے نقوش کی حفاظت بے کار ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں چاہے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال الٓمّٓ سے دی ہے یعنی جو الٓمّٓ پڑھے گا تو اس کے تین حروف پر تیس نیکیوں کا وعدہ ہے۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال ایسے ہی نہیں دی ہے، نبیوں کی زبان سے ایسی باتیں نکلوائی جاتی ہیں جو آئندہ آنے والے فتنوں کا سدِّ باب ہوتی ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٓمّٓ ہی کی مثال دی کسی اور کی مثال نہیں دی۔ بتایئے! الٓمّٓ کا مطلب کوئی جانتا ہے؟ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مثال عنایت فرمائی تاکہ اس قسم کے جتنے فتنے ہیں ان سب کا سدِّ باب ہوجائے مثلاً جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر ترجمہ کے قرآن پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں ہے تو اس مثال سے یہ سارے فتنے ختم ہوجاتے ہیں، اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن شریف کو سمجھے بغیر پڑھنا بے کار ہے تو وہ شخص بددین ہے یا جاہل ہے۔

ادب واکرام کی اہمیت

ہمارے اکابر نے اکرام اور ادب کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ جیسے میرے مرشدِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب

بھی مجھ سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تو میں خود ہی حضرت کی خدمت میں پانی لے کر گیا، میں نے کبھی کسی اور سے نہیں کہا کہ پانی لے آؤ چاہے وہ میرا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح میرے مرشدِ ثانی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب جب بھی مجھ سے فرمائیں گے کہ پانی لاؤ تو میں خود پانی لینے جاؤں گا، کسی اور سے یہ نہیں کہوں گا کہ تم میرے مرید ہو لہٰذا تم میرے شیخ کے لیے پانی لاؤ کیونکہ پانی لانا اُسی کی ذمہ داری ہے جس سے کہا گیا ہے۔ اگر میں اپنے بیٹے مولانا مظہر میاں سے کہوں کہ پانی لاؤ تو یہ اپنے بیٹے مولوی ابراہیم سے نہ منگوائیں، میرا حق تب ہی ادا ہوگا جب یہ خود پانی لے کر آئیں، اگر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہہ دیا کہ ابراہیم میاں پانی لاؤ تو پھر میری محبت کا حق ادا نہیں ہوگا اور مجھے خوشی نہیں ہوگی، ابراہیم میاں نے مولانا مظہر میاں کو تو خوش کیا لیکن مولانا مظہر میاں نے مجھے کہاں خوش کیا؟

میرے شیخِ ثانی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے چار بھائی انگریزی داں ہیں، ان میں سے ایک ہی بھائی یعنی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب عالم ہوئے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کے والد محمودالحق صاحب جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت بھی تھے انہوں نے ہردوئی کے ایک بہت بڑے جلسہ میں فرمایا کہ اپنے بچوں کو عربی پڑھاؤ یعنی عالم بناؤ کیونکہ جب میں کہتا ہوں کہ پانی لاؤ تو میرے انگریزی پڑھنے والے بیٹے تو نوکروں سے کہتے ہیں کہ ابّا کو پانی پلاؤ اور میرا بیٹا مولوی ابرارالحق جس کو میں نے حافظ بنایا ہے خود دوڑ کر پانی لاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ اب تم اس واقعہ سے خود ہی سبق حاصل کرو کہ لڑکوں کو عالم اور حافظ بنانا چاہیے یا مسٹر بنانا چاہیے۔

طلبہ کی کثرتِ تعداد مطلوب نہیں

شروع میں جو آیت تلاوت کی گئی ہے اس آیت سے متعلق ایک مسئلہ

عرض کروں گا لیکن اس سے پہلے ایک مسئلہ اور بتاتا ہوں کہ کبھی بھی تعداد پر نظر مت رکھو کہ اس مدرسہ میں بہت کم طالبِ علم پڑھتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ پڑھتے تھے، آج یہ دو شاگرد سب پر بھاری ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین مرید مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ پورے ہندوستان پر غالب تھے لہٰذا تعداد کو مت دیکھو کہ اس مدرسہ میں کم لڑکے پڑھتے ہیں اور فلاں مدرسہ میں ایک ہزار لڑکے پڑھتے ہیں بس جہاں بھی پڑھو محنت اور تقویٰ سے پڑھو۔

میں اپنے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ بیت العلوم میں پڑھتا تھا، میرا مدرسہ بالکل چھوٹی سی بستی میں تھا، تھانہ بھون بھی بالکل چھوٹی سی بستی میں ہے لیکن اُس چھوٹی سی خانقاہ سے جو کام ہوا ہے وہ کام اُن بڑی بڑی خانقاہوں میں نہیں ہورہا جو کروڑوں روپے کی ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیوبند اور بڑی بڑی خانقاہوں اور مدارس کے مقابلہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ چھوٹا سا تھا اور خانقاہ بھی چھوٹی سی تھی لیکن وہاں ایسا کام ہوا جو بڑے بڑے مدرسوں اور خانقاہوں میں نہیں ہوا۔

علم کی برکت اور کثرت کا فرق

اب علم کی برکت اور کثرت میں کیا فرق ہے؟ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نانک واڑہ میں ایک تقریر میں فرمایا، اُس تقریر میں میں بھی موجود تھا۔ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ برکت کہتے ہیں قلیل کثیر النفع کو یعنی علم تو تھوڑا ہے لیکن کثیر النفع ہے، آمدنی تھوڑی ہے لیکن اُس میں برکت بہت ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقروض نہیں ہوتا، گھر والے بیمار نہیں ہوتے اور

بعض وقت آمدنی زیادہ ہوتی ہے مگر برکت نہیں ہوتی تو کبھی ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں، کبھی کوئی مقدمہ کھڑا ہوگیا، ہر وقت کی پریشانی ہے اور چین نہیں ہے، یہ بے برکتی ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفرادت القرآن میں برکت کی تعریف کی ہے کہ برکت فیضانِ رحمتِ الٰہیہ کو کہتے ہیں، برکت کے معنیٰ ہیں: اَلْبَرَکَۃُ ثُبُوْتُ الْخَیْرِ الْاِلٰھِیِّ فِی الشَّیْءِ اللہ تعالیٰ کی خیرات کی بارش۔ آپ بڑے عالم ہوجائیں اور آپ کے پاس علم کی کثرت ہے مگر اُس میں برکت نہیں ہے تو نہ آپ اُس سے فائدہ اُٹھاسکیں گے نہ آپ کے علم سے مخلوق کو فائدہ ہوگا، اگر علم کے ساتھ بے عملی کی خباثت اور نحوست بھی ہوگی تو وہ صورۃً تو عالم ہوگا لیکن حقیقۃً عنداللہ وہ عالم نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ مَنْ عَصَی اللہَ فَھُوَ جَاھِلٌ جو شخص اللہ کی نافرمانی میں تسلسل کے ساتھ مبتلا ہے وہ جاہل ہے، اس کو اس کے علم سے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟

آج حافظ اور مولوی بھی راہ چلتے ہوئے عورتوں کو بُری نظر سے دیکھ رہے ہیں، پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہے، مہتمم کے سامنے آئے تو پائجامہ کو اوپر کرلیا، مدرسہ سے باہر نکلے تو پائجامہ ٹخنے سے نیچے کردیا، گھر میں اپنی بھابی سے پردہ نہیں کرتے حالانکہ حفظ کررہے ہیں، قرآن سینوں میں ہے لیکن گھر میں بھابیوں سے شرعی پردہ نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور گناہِ کبیرہ ہے، یہ صغیرہ گناہ نہیں ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پھر اس علم سے کیا فائدہ ہے؟ اگر پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچے ہی لٹکانا ہے تو حافظ کیوں ہوتے ہو؟ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو شخص بھی پائجامہ یا لنگی ٹخنے سے نیچے لٹکائے گا تو اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

حدیثِ اسبالِ ازار میں خُیَلَآءَ کی قید، قیدِ احترازی نہیں، قیدِ واقعی ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تکبر سے پائجامہ نیچے کرتا ہے تو پھر دو گناہ ہیں ایک تو کبر کا گناہ اور دوسرا ٹخنے کو چھپانے کا گناہ۔ یہ قید احترازی نہیں ہے، بعض لوگ اس کو قیدِ احترازی سمجھتے ہیں لیکن یہ قیدِ واقعی ہے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾

(سورۃ الاسرآء، آیت:۳۱)

اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل مت کرو، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غنی اور مالداروں کے لیے قتلِ اولاد جائز ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ تنگدستی کے خوف سے قتل مت کرو اور ہم تو مالدار ہیں، تو کیا مالداروں کے لیے اولاد کو قتل کرنا جائز ہو جائے گا؟ تو یہ قیدِ واقعی ہے قیدِ احترازی نہیں ہے، لہٰذا پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے میں خُیَلَاء کی قید بھی قیدِ احترازی نہیں، قیدِ واقعی ہے۔

پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے کی وجہ کبر ہے

لوگ پائجامہ ٹخنے سے نیچے کیوں لٹکاتے ہیں؟ کبر ہی کی وجہ سے لٹکاتے ہیں۔ اِلَّا یہ کہ وحیٔ الٰہی کے ذریعے سے کسی کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو استثناء فرمایا تو یہ استثناء زبانِ نبوت سے ہے اور وحیٔ الٰہی ہے اور اب ختمِ نبوت کے ساتھ نزولِ وحی بند ہو چکا ہے، لہٰذا اب کسی کو اپنے کو اسبالِ ازار سے مستثنیٰ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور کسی کو یہ کہنے کا بھی حق نہیں ہے کہ میں کبر سے بَری ہوں۔ لہٰذا حکیم الامت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کبر ہو تو پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا منع ہے ایسے لوگ دُہرے مجرم ہیں، ایک تو کبر کا جرم دوسرے پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا جرم، کیونکہ کبر کی نفی کرنا بھی خود کبر ہی ہے ۔

گفتی بُتِ پندار شکستم رُستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی است

یعنی تُو کہتا ہے کہ میں نے تکبر کو مٹادیا اور میں تکبر سے چھوٹ گیا، میں نے تکبر کے بُت کو توڑ دیا ہے حالانکہ یہ دعویٰ کہ میں نے بت کو توڑ دیا خود ایک مستقل بت ہے جو ابھی باقی ہے۔

علم کا مطلوب علمِ نافع حاصل کرنا ہے

تو ایسے ہی یہ لوگ گھر میں جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے ، ماں باپ سے لڑائی بھی کرتے ہیں، بیوی نے ذراسی بات پر شکایت کر دی تو ماں باپ پر ایک دم غصہ ہو گئے حالانکہ جناب حافظ جی بھی ہیں اور مولانا صاحب بھی ہیں اور ماں باپ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اگر گھر پر جا کر یہی سب کچھ کرنا ہے تو ایسا علم حاصل کرنے سے کیا فائدہ؟ مدرسہ میں پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اگر مدرسہ سے یہ حاصل ہو کہ آپ ماں باپ سے لڑیں، گھر میں شرعی پردہ نہ ہو، اپنی بھابیوں سے نظر کی حفاظت نہ ہو اور راہ چلتے لڑکیوں کو بُری نظر سے دیکھ رہے ہیں تو دوستو! ایسے علم سے تو اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔ بس کیا کہوں، رونا آتا ہے، اگر حافظ اور مولوی بننا ہے تو اللہ والے بھی بنو ورنہ ہم سے وہ جاہل بہتر ہے جو تقویٰ سے رہتا ہے۔

علم کا حاصل کیا ہے؟ اصل میں ہم طالبِ علموں کا پورا نام طالبِ علم و عمل تھا، اب طالبِ علم مشہور ہو گیا اور عمل محذوف ہو گیا کیونکہ عمل علم پر موقوف

ہے اور علم کے بغیر عمل ہو ہی نہیں سکتا لیکن مقصود تو عمل ہے، جیسے سوئی گیس لگوائی، گوشت لائے، روٹی پکائی تو مقصود تو کھانا ہے لیکن اگر ایک شخص گوشت اور روٹی پکانے کے بعد بھی کھاتا نہیں ہے تو آپ اس کو بے وقوف اور پاگل کہیں گے لہٰذا علم اسی لیے حاصل کرو کہ اُس پر عمل کرنا ہے۔

علم کی برکت کے حاصل کرنے کا طریقہ

تو علم میں برکت دو وجہ سے آتی ہے:

نمبر ا: اساتذہ کا ادب کرو، اگر آپ نے مطالعہ کر کے حاشیہ اور شرح دیکھ لی اور استاد نے اُس کی شرح بیان نہیں کی تو بھی اُستاد کو حقیر مت سمجھو، کسی وقت تنہائی میں ادب سے پوچھ لو، بھری مجلس میں استاد سے بحث کر کے اسے ہرانے کی نیت جس طالبِ علم کی ہوگی وہ علم سے محروم رہے گا۔ بعض طالبِ علموں کی یہ نیت ہوتی ہے کہ وہ حاشیہ اور شرح دیکھیں اور استاد کو سب کے سامنے ذلیل کرنے کی کوشش کریں، ایسے شاگرد کو کیا علم نصیب ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے کہ انہوں نے ایک بھنگی سے پوچھا کہ کتّا کب بالغ ہوتا ہے؟ اُس بھنگی نے کہا کہ جب ٹانگ اُٹھا کر موتنے لگے، پھر جب وہ بھنگی سامنے آتا تھا تو امام صاحب اُس کے اکرام میں کھڑے ہو جاتے تھے کہ میں نے اس سے ایک علم سیکھا ہے اور آج قرآن و حدیث پڑھانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ تو علم میں برکت دو وجہ سے ہوتی ہے نمبر ایک: استاد کا ادب اور نمبر دو: تقویٰ۔ اگر دو شاگرد ہیں اور دونوں با ادب اور متقی ہیں تو پھر کس کے علم میں برکت ہوگی؟ جس میں ادب غالب ہوگا۔

حدیث مَا بُدِئَ بِشَیْءٍ الخ کی علمی تحقیق

آج مدرسہ کے تعلیمی سال کا آغاز ہے اور بدھ کا دن ہے، ایک مشہور

روایت ہے:

((مَابُدِئَ بِشَيْءٍ يَوْمَ الْأَرْبَعَآءِ اِلَّا تَمَّ))

(الموضوعات الکبریٰ،ص: ۲۹۴،المکتب الاسلامی،بیروت)

بدھ کے دن جو کام شروع کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ اَلْمَصْنُوْعُ فِيْ مَعْرِفَةِ الْحَدِيْثِ الْمَوْضُوْعِ میں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ لَمْ اَقِفْ لَهٗ عَلٰى اَصْلٍ یعنی اس حدیث کے اصل کا معلوم نہیں لیکن مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری تصنیف الموضوعات الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ میں سے صاحبِ ہدایہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہیں۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَقَدْ اِعْتَمَدَ مِنْ اَئِمَّتِنَا صَاحِبُ الْهِدَايَةِ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اگرچہ اس کا ثبوت نہ ملے لیکن ہمارے ائمہ میں سے صاحبِ ہدایہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ وَكَانَ يَعْمَلُ بِهٖ فِي ابْتِدَآءِ دَرْسِهٖ اور صاحبِ ہدایہ اپنے درس کی ابتدا بدھ کے دن کیا کرتے تھے۔ بس ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے حضرات تو اس پر عمل کررہے ہیں۔ صاحبِ ہدایہ بڑے آدمی ہیں اور حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص جو حافظ الحدیث ہیں فرماتے ہیں کہ بدھ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ لوگ مجھے منحوس سمجھتے ہیں، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جس چیز کی ابتداء بدھ کے دن ہوگی ہم اُس کی تکمیل فرمادیں گے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عظیم محدث ہیں۔ تو اس دن کی اہمیت کا سلسلہ ہمارے بزرگوں سے چل رہا ہے اِعْتِمَادًا عَلَى الْمَشَايِخِ۔

ایک بہت بڑے عالم شاہ عبدالعزیز صاحب ناظم آباد میں رہتے تھے، ان کی قبر ٹنڈو آدم میں ہے، جب اُن کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مفتی رشید احمد صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ مفتی صاحب! قیامت کے دن گواہی دیجیے گا

کہ میں حکیم الامت تھانوی اور مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی رحمہم اللہ کے مسلک پر مر رہا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں اپنے مشائخ پر اعتماد، دیکھیں کتنا زیادہ اعتماد ہے، ایک جاہل اگر یہ بات کہتا تو اُس کے اعتماد پر اتنا بھروسہ نہیں ہوتا لیکن وہ خود بہت بڑے عالم اور مشہور واعظ تھے۔ یہ ہے مشائخ سے عشق، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ حضرات متبع سنت اور متبع شریعت ہیں۔

تحصیل علم میں سب سے اہم چیز اصلاحِ نیت ہے

سب سے بڑی چیز اصلاحِ نیت ہے، جتنے اساتذہ یہاں پڑھا رہے ہیں اور جتنے طلبہ یہاں پڑھ رہے ہیں سب لوگ اپنی نیت درست کرلیں کہ ہم کس لیے پڑھتے ہیں، اس لیے سب سے بنیادی چیز نیت کی تصحیح ہے۔

بخاری شریف کی اس سب سے پہلی حدیث کی روایت مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے پہنچی ہے، کیونکہ میرے شیخ مولانا شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے شیخ کے استاد مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حضرات مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے اور میرے شیخ مجھ کو بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ یہ حدیث:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ))

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ج:۱، ص:۲)

اور اس کی شرح میرے شیخ نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ نِیَّاتٌ نِیَّۃٌ کی جمع ہے اور نِیَّۃٌ نَوَاۃٌ سے ہے، نَوَاۃٌ کے معنی گٹھلی کے ہیں، اگر آم کی گٹھلی ڈالو گے تو آم پیدا ہوگا اور اگر نیم کی گٹھلی زمین میں ڈالو گے تو نیم ہی پیدا ہوگا، آم پیدا نہیں ہوگا۔ اگر اچھی نیت ہے اور صرف اللہ کے لیے پڑھ رہے ہو تو پھر اللہ ملے گا اور

اگر یہ نیت ہے کہ مولوی اور حافظ بن کر پیٹ کمانا ہے تو پھر علمِ دین پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، پھر آلو بیچو، بکرا خریدو اور قصائی بن جاؤ اور گوشت بیچو، پھر علمِ دین کی کیا ضرورت ہے؟ کیا پیٹ کمانے کا علم ہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔

ایک حافظ نے ایک مالدار سے کہا کہ ہم تمہاری اماں کی قبر پر چالیس دن تک قرآن مجید پڑھیں گے اور تمہیں تمہاری والدہ کی بخشش کی بشارت مل جائے گی مگر اتنے لاکھ چندہ دینا پڑے گا۔ اس کے بعد اُن کو خواب بھی نظر آ گیا اور انہوں نے مالدار کو بشارت بھی سنا دی اور اس سے کئی لاکھ روپے لے لئے۔ بتاؤ! یہ کیا ہے؟ یہ فرضی خواب روپے نے دِکھایا ہے۔

حفاظ کو تراویح پر اُجرت نہ لینے کی دردمندانہ تلقین

دیکھو! یہاں پر جو لوگ حافظ ہو رہے ہیں مجھ سے یہاں اللہ کے گھر میں عہد کرو کہ قرآن سنا کر یا تراویح پڑھا کر کبھی پیسہ نہیں لیں گے، اگر یہ سب کچھ کر کے پیسے ہی کمانے ہیں تو میرا مدرسہ چھوڑ دو، ہم ایسے مدرسہ میں تالہ لگا دیں گے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ یہاں سے ایسے لوگ نکلیں جو قرآن کو بیچتے پھریں، ایسا کرنا ہر صورت سے حرام ہے چاہے معاوضہ طے ہو یا طے نہ ہو۔

فقہ کی مستند کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر آپ تراویح میں قرآن پڑھانے کا معاوضہ طے کرتے ہو تو دو گناہ ہیں، معاوضہ طے کرنے کا گناہ الگ اور حرام مال لینے کا گناہ الگ۔ اسی طرح سامع کے لیے بھی اُجرت لینے کی اجازت نہیں ہے۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ سامع کے لیے اجازت ہے۔ کسی بھی اللہ والے مفتی سے پوچھ لو کہ سامع کے لیے بھی پیسہ لینا جائز نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم تو پیسے لینا نہیں چاہتے لیکن کمیٹی والے اخلاص سے دے دیتے ہیں۔ میں اُن سے کہتا ہوں کہ اگر کمیٹی والے آپ کو ایک لاکھ روپے دیں اور آپ اگلے سال ان کی مسجد میں تراویح نہ پڑھائیں کہیں اور پڑھائیں اور پھر

کمیٹی والوں کے پاس آئیں کہ میں آپ سے آپ کا اخلاص لینے آیا ہوں تو وہ کہیں گے کہ میاں! کیسا اخلاص جایئے اپنا راستہ ناپئے۔

ایک بڑے مفتی صاحب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کوئی حافظ رسید بُک لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تراویح سنانے کا ایک پیسہ بھی نہیں دینا بلکہ میرے مدرسہ میں دے دینا تو یہ چندہ بھی حرام ہے، کیونکہ اگر یہ اُس مسجد میں قرآن نہیں سناتا تو اس کو چندہ نہیں ملتا، چاہے تو تجربہ کرلے۔ اگر کمیٹی والے اخلاص اور دین کی خاطر سنانے والوں کو پیسہ دیتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حافظ اُس مسجد میں نہ سنائے اور دوسری مسجد میں سنائے پھر کمیٹی والوں سے اخلاص کا پیسہ مانگے تو بتایئے کیا وہ لوگ اسے پیسہ دیں گے؟ یہ سب لین دین کا چکر ہے۔ لٰہذا اپنی جانوں پر رحم کرو، پیٹ پر پتھر باندھ لو، سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھالو لیکن ہرگز ہرگز قرآن کو مت بیچو اور نہ گناہِ کبیرہ کرو ورنہ دوزخ کی آگ سارے مزے نکال دے گی، ایسے حافظ اور مولوی بننے کا کیا فائدہ ہے۔

جو لوگ یہاں پر حافظ ہو رہے ہیں ایک تو وہ یہ نیت کرلیں کہ قرآن کے سنانے کے پیسے نہیں لیں گے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ قرآنِ پاک کو یاد کرنا ہے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ قرآنِ پاک بغیر سمجھے پڑھنا بھی اَجر و ثواب سے خالی نہیں ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ صرف قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ ہے جب تک کہ معنی نہ سمجھیں تو ایسا شخص بد دین ہے یا جاہل ہے۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے تین مقاصد

نبی کی پیدائش اور نبی کی بعثت کے مقاصد کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجنے کے تین مقاصد ہیں۔ نمبر ۱: یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ اس آیت کے مصداق قرآنِ پاک کے یہ مکاتب ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت، آداب اور نقوش یاد کروا رہے ہیں۔ نمبر ۲: وَ يُعَلِّمُهُمُ

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اس آیت کے مصداق یہ دارالعلوم ہیں جہاں قرآنِ پاک کے معنیٰ بیان کیے جاتے ہیں اور احادیث پڑھائی جاتی ہیں اور یہ بھی قرآن شریف ہی کی تفسیر ہے چاہے وہ ضَرَبَ یَضْرِبُ ہی ہو کیونکہ یہ بھی قرآن سمجھنے ہی کے لیے ہے، جو میزان پڑھ رہا ہے وہ بھی قرآن سمجھنے ہی کے لیے پڑھ رہا ہے۔ آج جو دَرس شروع ہو رہا ہے یہ بھی اسی وجہ سے ہے کیونکہ قرآنِ پاک کی تعلیم و تفسیر، احادیث مبارکہ اور اس کے قواعد و معنیٰ اور بلاغت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ نبی کی بعثت کا تیسرا مقصد ہے: وَيُزَكِّيهِمْ کہ نبی صحابہ کا تزکیہ کرتے ہیں یعنی اُن کے اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں، گناہوں کے تقاضوں پر عمل کرنے سے بچنے کا طریقہ سکھاتے ہیں۔ حسد، بغض، کبر، عجب یعنی خود کو بڑا سمجھنا، آپس میں لڑائی کرنا، ایک دوسرے کا مذاق اُڑانا اور دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھنا اور اکرامِ مؤمن کے خلاف دل میں جراثیم بھرے ہوئے ہونا، تو ان چیزوں کی اصلاح کرنا اور کلمہ کی بنیاد پر محبت کرنا سکھایا جائے نہ کہ علاقائیت اور زبان کی بنیاد پر۔

محبتِ لِلّٰہی کی بنیاد زبان و رنگ پر نہیں ہے

اگر کوئی سرائیکی بولنے والا آ گیا تو اس کے ساتھ زیادہ انبساط نہ ہونا تو غیر اختیاری چیز ہے مگر اُس کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ اچھے خاصے حافظ میرے ساتھ کہیں گئے، وہاں پر کسی نے اُن سے پنجابی میں بات کر لی تو کہتے ہیں کہ یہ تو اپنا بندہ ہے۔ میں نے کہا کہ پھر میں کس کا بندہ ہوں؟ میں تو تمہارے ساتھ رات دن رہتا ہوں، کیا میں تمہارا دوست نہیں ہوں؟ اوّل تو یہ اصطلاح ہی صحیح نہیں ہے، اس کی اصلاح کرنی چاہیے، بندہ تو خدا کا ہے لہٰذا یوں کہنا کہ یہ اپنا بندہ ہے صحیح نہیں ہے، یوں کہو کہ یہ ہمارا بھائی ہے۔

اسی طرح زبان کے معاملے میں بنگالی کو بنگالی زبان سن کر خوشی ہوتی

ہے، پنجابی کو پنجابی سن کر خوشی ہوتی ہے، یہ خوشی غیراختیاری ہے لیکن اگر دوسرے لوگ موجود ہوں تو اس کا اتنا زیادہ اظہار مت کرو کہ بھئی واہ! آج آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، ہماری بولی سنائی گئی اور دوسرے لوگ یہ دیکھ کر کہہ رہے ہوں کہ ہماری اس کے ساتھ محبت وتعلق کی ساری محنت بے کار گئی۔ لہٰذا ایسے موقع پر کچھ نہ کہو بلکہ تنہائی میں کہو کہ آج آپ سے ملاقات کر کے دل بہت خوش ہوا، اپنی زبان سن کر اپنے وطن کی خوشبو ملی، اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن سب کے سامنے جہاں بین الاقوامی لوگ رہتے ہوں جیسے یہاں پر لندن والے بھی ہیں، فرانس والے بھی ہیں، تو یہاں پر زبان کو زیادہ اہمیت مت دو، کسی سے دل خوش ہو جانا تو ٹھیک ہے مگر محبت سب سے کرو، اِکرام سب کا کرو اور اگر اپنی زبان والا اللہ سے غافل ہے اور دوسری زبان والا اللہ والا ہے تو اُس اللہ والے سے کلمہ اور ایمان کی بنیاد پر محبت کرنا تم پر زیادہ واجب ہے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ ہمارا ملکی بھائی ہے، جبکہ وہ نماز بھی ٹھیک سے نہیں پڑھتا اور اللہ کی نافرمانی بھی کرتا ہے مگر پھر بھی وہ اس کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ یہ اپنی زبان والا ہے تو پھر میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ پتہ نہیں اس کا خاتمہ ٹھیک بھی ہوگا یا نہیں، کیونکہ مجھے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت نے سب کے سامنے ایک خط پڑھا جس میں لکھا تھا کہ ہمارا دل آپ کی ملوقوت (ملاقات) کو چاہتا ہے تو ایک صاحب نے کچھ حقارت سے کہا کہ حضرت! یہ تو کوئی بنگالی معلوم ہوتا ہے تو حضرت نے اس کی بیماری کو سمجھ لیا، آخر وہ حکیم الامت تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! پھر سے کلمہ پڑھو کیونکہ تم نے اس وقت کلمہ کی بنیاد پر اکرامِ مؤمن نہیں کیا، تم نے زبان کی بنیاد پر مومن کی توہین کی ہے جس سے اس کی حقارت ظاہر ہوئی اور کسی مؤمن کو زبان کی وجہ سے حقیر سمجھنا بہت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زبان اور رنگ کو اپنی نشانی بیان

کیا ہے:

﴿وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ﴾

(سورۃ الروم، آیت:۲۲)

قرآن اعلان کرتا ہے کہ یہ جو کوئی گورا ہے اور کوئی کالا ہے تو زبان اور رنگ کا یہ اختلاف ہماری نشانی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی علامت اور ذریعۂ معرفت ہے اور تم نے ذریعۂ معرفت کو ذریعۂ قتل بنا رکھا ہے۔ آج اسی مرض کی وجہ سے دُنیا پریشان ہے اور ہر طرف قتل وخون ہو رہا ہے، اسی چیز کو مٹانے کے لیے خانقاہیں بنی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا تزکیہ فرمایا اور اتنا تزکیہ فرمایا کہ صحابہ کے قلوب میں مال تو کیا جان کی محبت بھی نہیں رہی۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شاہِ ایران کو خط لکھا اور اسے جنگ کی دھمکی دی تو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجہاد میں یہ جملہ نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جتنا تم لوگ شراب سے محبت کرتے ہو اتنی ہم موت سے محبت کرتے ہیں۔ یہ ہے جان دینے کا جذبہ! ایمان کا صحیح حق یہی ہے، کلمہ کی تعریف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جان دینے کی راہوں کو بے چینی سے تلاش کرنا۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے تین مقاصد: تلاوتِ قرآن، تعلیمِ کتاب اور تزکیہ

تو تین شعبے ہو گئے، تلاوتِ قرآنِ پاک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مکتب قائم کر دیئے، قاری صاحبان جو قرآن پاک پڑھا رہے ہیں تو یہ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ کے شعبہ کا انتظام ہے۔ اور آج یہاں جو عربی تعلیم شروع ہو رہی ہے یہ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ کا شعبہ ہے۔ اور خانقاہ میں یا یہاں پر اصلاحِ نفس سے متعلق بزرگوں کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں یہ وَیُزَکِّیۡھِمۡ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد بیان فرمائے، ایک تلاوتِ قرآنِ پاک جس کا نام مکتب ہے، دوسرا تعلیمِ قرآنِ پاک جس کا نام دار العلوم ہے اور تیسرا تزکیۂ نفس جس کا نام خانقاہ ہے۔

میں نے علماء کے محضر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تقریر کی، وہاں کے نائب مہتمم مولانا عبد الرحمٰن صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کے اس بیان کے دوران ایک ایسی جماعت جو منکرِ تصوف ہے اس کا ایک بہت بڑا لیڈر بھی بیٹھا ہوا تھا اور وہ کسی مسجد کا خطیب بھی ہے، اُس نے اُس دن اقرار کیا کہ آج ہماری آنکھیں کھل گئیں، ہم لوگ تلاوتِ قرآن اور تعلیمِ قرآن کے مدرسے تو کھولتے ہیں لیکن ہماری پوری جماعت میں تزکیۂ نفس کا کوئی مدرسہ نہیں ہے، لہٰذا ہم لوگ اس شعبہ سے محروم ہیں۔ تو اس نے اپنی شکست مانی۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ادارہ کو تینوں شعبے عطا کر دیئے لہٰذا اس کا عنوان بعثتِ نبوت کے مقاصدِ ثلاثہ ہونا چاہیے۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیے کیونکہ یہ شعبے الگ الگ ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو یہاں پر جمع کر دیا ورنہ خانقاہیں الگ ہوتی ہیں، مکاتب الگ ہوتے ہیں، دار العلوم الگ ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تینوں شعبے عطا کر دیئے۔

تو سب سے پہلے اخلاصِ نیت کی بات ہے، سب لوگ نیت کرلو اخترؔ بھی، مظہر میاں بھی اور آپ سب لوگ بھی نیت کرلیں کہ یا اللہ! آپ کی رضا کے لیے یہ مدرسہ کھولا گیا ہے، اگر ہمارے اخلاص میں کمی ہو تو آپ اُسے پورا کر دیجیے۔ پڑھانے والے اللہ کے لیے پڑھائیں اور پڑھنے والے اللہ کے لیے پڑھیں، پیٹ پالنا کوئی کمال نہیں ہے، پیٹ تو جانور بھی پال لیتا ہے۔

دو آدمی ایک کمرے میں رہتے تھے۔ ایک کی شہد کی بوتل سے شہد غائب ہوگیا حالانکہ وہ ہر وقت تالے میں رہتی تھی۔ اس دوست نے اپنے دوست سے پوچھا کہ میرا شہد کہاں گیا؟ کیا تم نے میرا شہد چرالیا؟ دوسرے دوست نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہارے شہد کو میں نے چھوا بھی نہیں۔ ایک دن اُس نے دیکھا کہ ایک چوہا آیا، چوہے نے بوتل کے اندر اپنا منہ ڈالا لیکن بوتل کا منہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے چوہے کا منہ اندر نہیں جاسکا، پھر چوہے نے اپنی دُم بوتل کے اندر ڈالی، اُس کے بعد دُم نکال کر اُس کو چوسا، اس طریقہ سے چوہے نے بوتل خالی کردی، تو پیٹ پالنے کا کام تو چوہا بھی کرسکتا ہے۔

اگر کوئی بحری جہاز سے حج کرنے کے لیے جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں اس نیت سے حج کرنے جارہا ہوں کہ سمندر دیکھوں گا تو بولو! یہ شخص پاگل ہے یا نہیں؟ اگر یہی شخص اللہ کی رضا کے لیے کعبہ شریف کو دیکھنے کی نیت کرلے تو کیا سمندر نہیں دیکھے گا؟ جو چیز بلا نیت ملتی ہے اُس کی نیت کیوں کرتے ہو، دنیا تو بلا نیت ملتی ہے اُس کی نیت نہ کرو، اللہ کی رضا کے لیے پڑھو اور پڑھاؤ، جب اللہ راضی ہوگا تو بھوکا نہیں مارے گا، جو کافروں کو روٹی دیتا ہے، جو اپنے دُشمنوں کو روٹی دیتا ہے وہ اپنے دوستوں، حافظوں اور مولویوں کو روٹی نہیں دے گا؟

توکل علی اللہ کا ایک واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک حافظ نے کہا کہ خدا کی قسم میں مرغ کے علاوہ کوئی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ وہ ایک گاؤں میں گیا اور نمازِ عشاء پڑھ کر لیٹ گیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ کھانا آ گیا، کھانا کھاؤ گے؟ اُس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی، چادر میں سے منہ نکال کر پوچھا کہ امام صاحب کیا چیز ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ بکری کا شوربہ اور چپاتی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم یہ نہیں کھاتے، ہم تو مرغ کھاتے ہیں، ہم نے اللہ تعالیٰ

سے قسم اُٹھائی ہوئی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ مسافر صاحب! بھوکوں مر جاؤ گے، اُس نے کہا کہ اگر میں بھوکوں مروں گا تو آپ کو کیا ہے، آپ میرا جنازہ پڑھا دینا۔ اتنے میں ایک گھنٹے بعد ایک بڑھیا نے دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا کہ کوئی مسافر ہے؟ میں اُس کے لیے مرغ لے کر آئی ہوں حالانکہ وہ اس مسافر کے لیے بالکل نئی بستی تھی، کوئی جان پہچان نہیں تھی، پھر بھی وہ بڑھیا اُس مسافر کے لیے مرغ لے کر آئی، مسافر نے مرغ کھالیا اور کہا کہ ہاں! یہ میری غذا ہے۔
اب امام صاحب نے سوچا کہ شاید بڑھیا اتفاق سے آ گئی لیکن دوسرے دن پھر مرغا لے آئی، وہ مسافر چالیس دن تک ٹھہرا اور چالیس روز تک مرغ کھاتا رہا، پھر وہاں سے چلتا بنا۔ اس کے جانے کے بعد امام صاحب نے سوچا کہ آج جب بڑھیا مرغا لائے گی تو وہ مجھے مل جائے گا، بڑھیا واپس کہاں لے جائے گی، کہے گی کہ اب میں یہ مرغا واپس کہاں لے کر جاؤں، ارے امام صاحب! تو ہی یہ مرغا کھالے۔ اب امام صاحب انتظار کر رہے ہیں لیکن بڑھیا نہیں آئی۔ امام صاحب کے پیٹ میں درد اُٹھا اور وہ اُس بڑھیا کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا کہ آج مرغا کیوں نہیں بھیجا۔ اُس نے کہا کہ میرا بیٹا پھانسی کے جھوٹے مقدمے میں پھنسا ہوا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ اگر میرا بیٹا پھانسی سے بچ جائے گا تو میں چالیس روز تک کسی مسافر کو مرغا کھلاؤں گی تو میرے چالیس دن پورے ہو گئے حالانکہ اُس بڑھیا کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں کون سا مسافر ہے۔

اللہ سے دل لگاؤ اور اللہ کی عبادت کرو، ان شاء اللہ اس سے دل بھی بڑا ہو جاتا ہے اور حیا اور غیرت بھی آ جاتی ہے پھر کسی سے نہیں کہو گے کہ اس سال قربانی کی کھالیں ہم کو ہی دینا، جب آدمی کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے تو پھر وہ چھوٹی چھوٹی ذلت والی حرکتیں نہیں کرتا، جس کو سو دفعہ غرض ہو وہ خود کھال لے کر یہاں آئے اور دین کی خدمت کرے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے استغناء کا ایک واقعہ

حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس انگریز حکومت کا گورنر آیا، لوگ گھبراتے ہوئے حضرت کے پاس آئے، حضرت نے پوچھا کہ کیا ہوا خیریت تو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت! انگریز گورنر آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر گورنر آیا ہے تو میں کیا کروں؟ کہا کہ حضرت! یہ لوگ کرسی پر بیٹھتے ہیں کیونکہ وہ پتلون پہنے ہوئے تھا تو فرمایا کہ گھڑے کا پانی کیاری میں ڈال دو اور اُس کو الٹا کر کے رکھ دو، وہ کُرسی بن جائے گی، تو اُس پر گورنر کو بٹھا دیا پھر خادم نے کہا کہ حضرت! گورنر کے ساتھ اس کی میم (بیوی) بھی ہے، فرمایا کہ دوسرا گھڑا بھی ہے، اُس کا پانی کیاری میں اُنڈیل دو۔ اب ایک گھڑے پر گورنر صاحب اور دوسرے گھڑے پر میم صاحبہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ ارے! اللہ والوں کو اس کی کیا فکر ہے، جس کو سو دفعہ غرض ہو وہ چٹائی پر بیٹھے، زیادہ قالین اور کرسیاں منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے خادموں کو بھی مستغنی ہونا چاہیے۔ پھر گورنر نے پوچھا کہ آپ کے مہمانوں اور طلبہ کا خرچہ کیسے چلتا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک ہی دفعہ میں سارے جواب نہیں دیئے جاتے، پھر کبھی آنا تو اس کا جواب دوں گا۔ چھ مہینے کے بعد وہ دوبارہ آیا اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں، حضرت نے اُن کو پھینک دیا، وہ پیر پکڑ کر کہنے لگا کہ حضرت! قبول کر لیجیے تب حضرت نے قبول کیا۔ پھر اُس نے پوچھا کہ حضرت! خرچہ کیسے چلتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ جیسے تم نے میرے پاؤں پکڑ کر مجھے پیسہ دینے کوشش کی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ مالداروں کی گردن مروڑ مروڑ کر پیر پکڑوا کر دلواتے ہیں۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر علمِ دین

پڑھو۔ اگر اتنا بھروسہ نہیں ہے تو بہتر ہے کہ سبزی بیچو، قصائی بن جاؤ، کپڑے کی مل میں نوکری کرلو لیکن اللہ کے دین کو بدنام نہ کرو۔

اخلاصِ نیت کی تلقین

تو سب سے پہلے میرے تمام دوست، تمام اساتذہ، تمام طلبۂ کرام نیت کو درست کرلیں کہ اللہ کی رضا کے لیے پڑھانا ہے، رہ گیا پیٹ تو درس و تدریس کو ربّ نہ مانو، کہو کہ ربّ العالمین اللہ ہے، پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا﴾

(سورۂ ھود، آیت:٦)

کی تفسیر دیکھ لیں۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذرا سا خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو کیسے پالتے ہیں فوراً حکم ہوا کہ فلاں چٹان پر عصا ماریئے، تین دفعہ عصا مارنے پر چٹان تین ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی، تیسری چٹان میں ایک کیڑا نکلا، اُس کے منہ میں ہرا پتہ تھا، اب بتایئے! وہ کہاں سے روزی پا رہا ہے جبکہ پتھر میں کوئی سوراخ بھی نہیں تھا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے وَمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ کی اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ کیڑا یہ وظیفہ پڑھ رہا تھا:

((سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ وَیَسۡمَعُ کَلَامِیۡ وَیَعۡرِفُ مَکَانِیۡ وَیَذۡکُرُنِیۡ وَلَا یَنۡسَانِیۡ))

(تفسیر روح المعانی)

پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے، اور میری بات سن رہی ہے اور وہ میرے رہنے کی جگہ کو خوب پہچانتا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے اور کبھی فراموش نہیں کرتا۔ اللہ ہمیں کبھی نہیں بھولتا بس ذرا ایمان کو تازہ رکھو۔

تو آج تمام اساتذۂ کرام سب سے پہلے یہ نیت کرلیں کہ اللہ کے لیے پڑھانا ہے اور پڑھنے والے یہ نیت کریں کہ اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں، اس پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے، اللہ کی مرضی اور ناراضگی کے قانون

کا پتہ چلے گا تو اُس پر عمل کریں گے، جس بات سے خدائے پاک خوش ہوتے ہیں اُس پر عمل کریں گے اور جن اعمال سے ناراض ہوتے ہیں اُن سے بچیں گے، کبھی خطا و کوتاہی ہوگی تو روئیں گے، وہاں شرمائیں گے نہیں کہ ہماری توبہ دس مرتبہ ٹوٹ چکی ہے۔ یہاں اس شعر پر عمل کرو۔

ہم اسی منہ سے کعبہ جائیں گے
شرم کو خاک میں ملائیں گے

غالب نے کہا تھا کہ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

مگر اللہ والے شاعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے اس کی اصلاح کردی اور فرمایا کہ۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
اُن کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

آپ نے دیکھا اللہ والوں کی شاعری اور دنیا دار کی شاعری میں کتنا فرق ہے۔

تو پہلا سبق اخلاصِ نیت کا ہے، یہ اتنی اہم چیز ہے کہ اگر یہ نہیں ہے تو آپ کی محنت رائیگاں جائے گی، آپ کو قیامت کے دن کچھ نہیں ملے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک قاری یا واعظ آئے گا، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کس کے لیے قرأت اور وعظ کہتے تھے؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم نے مخلوق میں تعریف کے لیے قرأت و وعظ سیکھا تھا، لہٰذا اس کو لے جا کر جہنم میں ڈال دو۔ پھر ایک مالدار کو لایا جائے گا۔ اُس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اللہ

کے راستہ میں مال خرچ کیا تھا؟ وہ کہے گا کہ جی ہاں! میں نے اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کس کے لیے خرچ کیا تھا؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم نے دنیا میں سخی مشہور ہونے کے لیے یہ سب کچھ خرچ کیا تھا۔ پھر ایک مجاہد کو بلایا جائے گا۔ اُس سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کے لیے شہید ہوئے تھے۔ وہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے گردن کٹائی اور خون بہایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تمہاری یہ نیت تھی کہ جب تم میدان میں شہید ہوگے تو تمہارا نام ہوگا، جاؤ! یہ تمہیں دنیا میں مل چکا۔ دیکھا آپ نے اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے خون بھی رائیگاں گیا اور وعظ وقرأت بھی ضائع ہوئی اور صاحبِ سخاوت کا مال بھی گیا۔

اس لیے دوستو! اللہ کے لیے پڑھو، تمہاری تھوڑی سی محنت میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دے گا، جاہ وعزت اللہ دینے والا ہے، بڑی بڑی سند والوں کو دیکھا کہ اُنہیں کوئی نہیں پوچھتا اور بے سند والوں کی جوتیاں سند والے اُٹھا رہے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سند یافتہ عالم نہیں تھے لیکن مولانا حبیب الرحمن اعظمی جنہوں نے ''مُصَنَّف عبدالرزاق'' پر عربی حاشیہ لکھا تھا، اُن کو دیکھا کہ حضرت سے دُعا کروانے کے لیے اعظم گڑھ آئے ہوئے ہیں۔ یہ سنی سنائی بات نہیں ہے، میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو اتنی بڑی کتاب ''مُصَنَّف عبدالرزاق'' پر عربی میں حاشیہ لکھ دے وہ ایک غیر عالم سے دُعا لے رہے ہیں۔ مولانا علی میاں ندوی کا کیا علم ہے کہ عرب کے لوگ اُن کی تقریریں مانگ رہے ہیں، اُن کو بھی دیکھا کہ وہ بھی حضرت کے پاس دُعا لینے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور تقویٰ وہ نعمت ہے کہ جو اس میں بڑھ جائے گا تمام علماء بھی اُس کے خادم بن جائیں گے لہٰذا اللہ کے لیے

پڑھنا پڑھانا رکھئے اور ہمارے لیے بھی دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور مظہر میاں کو بھی اور سب کو اخلاصِ نیت عطا فرما دے۔ یا اللہ! یہ مدرسہ قبول فرما، مسجد قبول فرما اور خانقاہ کو بھی قبول فرما۔

قرآنِ پاک میں علماء کے بلند مقام کا تذکرہ

بیان کے شروع میں جو میں نے آیت تلاوت کی تھی کہ رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا اس پر مفسرین کی ایک بات نقل کرتا ہوں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کسی چیز کی زیادتی کی دُعا کا حکم نہیں دیا سوائے علم کے، آپ پورے قرآن میں دیکھ لیں۔ تو علم کی زیادتی اتنی بڑی نعمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت:

﴿یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ﴾

(سورۃُ المجادلۃ، آیت:۱۱)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمنین کے لیے رفع درجات کا ذکر آیا ہے کہ اللہ نے ایمان والوں کے درجات بلند کر دیئے لیکن اُن میں جو عالم تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کا الگ تذکرہ فرمایا ہے، یہ تخصیص بعد التعمیم ہے یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ یہاں عام مؤمنین تو مراد ہیں ہی یعنی عالم بھی اور غیر عالم بھی لیکن عام مومنین کے رفع درجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ کو الگ بیان فرمایا۔ اسی لیے مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کے درجات اتنے زیادہ بلند کیے ہیں کہ پہلے مؤمنین کا تذکرہ فرمایا اور بعد میں تخصیص بعد التعمیم کے طور پر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ علماء کے مقام کو بیان فرمایا۔ لیکن عالم اُسی کو کہتے ہیں جس میں خشیت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا﴾

(سورۃُ الفاطر، آیت:۲۸)

عالم کی لازمی صفت اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔جس طرح برف کے لئے برودت لازم ہے اور آگ کے لئے حرارت لازم ہے اسی طرح علم کے لئے خوف و خشیت لازم ہے اور یہ خوف متقین کی صحبت سے ملتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چپڑاسی بھی ولی اللہ تھا اور آج علماء کی کیا حالت ہے، آج بزرگوں سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے مولوی بے عزت اور ذلیل ہو رہا ہے۔

اصلاحِ نفس کی اہمیت

اس لیے دوستو! اپنے اصلاحِ نفس کے لیے کسی کو مربّی یا مشیر ضرور بناؤ، بیعت کو اتنی اہمیت مت دو، مربّی بناؤ، مصلح بناؤ یا مشیر بناؤ، اُن سے پوچھتے رہو اور مشورہ لیتے رہو پھر جب دل چاہے تو بیعت کی سنتِ غیر مؤکدہ بھی ادا کرلو۔ آج کل لوگوں میں اس بات کا اتنا ڈر سمایا ہوا ہے کہ اگر میں نے پیر صاحب سے دو چار مرتبہ مشورہ لے لیا تو پیر صاحب ہمیں خود بخود مرید بنانے والی مشین میں ڈال دیں گے۔ تو ایسے جاہل پیر سے مشورہ ہی کیوں لیتے ہو؟ جب آپ کسی ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں تو کیا اُس کو یہ کہتے ہیں کہ پہلے مرید کرو پھر دوا دو۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیعت ہونا اگرچہ فرض نہیں ہے لیکن برکت کی چیز ہے کیونکہ شیخ اُس کو اپنا خاص سمجھتا ہے اور وہ بھی اُسے اپنا بابا سمجھتا ہے، پھر یہ تعلق قوی ہوجاتا ہے لیکن محض برکت پر اتنا زیادہ زور مت دو کہ بالکل حرکت ہی نہ ہو۔

دنیا کا مزہ بھی اللہ کی محبت پر موقوف ہے

تو علم کو عمل کی نیت سے پڑھو اور اخلاص سے پڑھو اور سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھو۔ میں اپنے شیخ کی بات بتاتا ہوں، حضرت شاہ عبدالغنی

پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی اللہ کا نام لیتے تھے تو آنکھ میں آنسو آجاتے تھے، اُن کو اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت تھی، واقعی ان عاشقوں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ دین کتنا میٹھا ہے۔ آج آدمی دین کو مصیبت سمجھتا ہے، میں تو کہتا ہوں کہ اگر آدمی دنیا میں اللہ والا نہیں بنا تو دنیا میں آنے کا مزہ ہی نہیں پایا، یہ کیا کہ کھایا، ہگا اور چل دیا یعنی اپنے پیٹ کو امپورٹ ایکسپورٹ کا آفس بنا کر ایک دن اس دنیا سے چل دیا۔

دنیا کی فانی نعمتوں کی مثال

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک کیڑا انگور کے درخت پر چڑھا اور ہرے پتے پر ہی چپک کر زندگی گذار کر مر گیا، اُس نے انگور چکھا تک نہیں، وہ سمجھا کہ شاید یہی انگور ہے۔ اسی طرح ہم لوگ دنیا کی نعمتوں میں پھنس کر نعمت دینے والے کی معرفت کے انگور کی لذت سے محروم رہتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا داروں کا بھی یہی حال ہے کہ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، سو رہے ہیں، جاگ رہے ہیں لیکن کاش یہ لوگ آگے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کے انگور کھائیں تو ہرا پتہ بھول جائیں گے۔ اگر وہ کیڑا انگور پالیتا اور اُس کو چوس لیتا تو کہتا کہ ہائے! میں نے ہرے پتے پر زندگی ضائع کر دی۔ ہم لوگ بھی ہرے پتے ہی کو انگور سمجھے ہوئے ہیں یعنی ٹیڈیوں، ریڈیو، ویڈیو اور عشقِ مجازی کی چکر بازیاں یہ سب فانی ہیں اور ہمارے دل کو پریشان کرنے والی ہیں۔ بتایئے! پریشانی میں پَری موجود ہے یا نہیں؟ جہاں پَری آتی ہے وہیں شانی بھی آتی ہے۔

گناہ اور تحصیل علم جمع نہیں ہو سکتے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ علماء اور طالبِ علموں کو خاص طور پر اپنے دل کو

یکسو رکھنا چاہیے ورنہ ایسے دل میں علم نہیں آ سکتا، جس کی نظر خراب ہو اور دل اِدھر اُدھر ہو تو بتاؤ کہ اُس کے دل میں کیا آئے گا؟ کیا اُس کے دل میں علم آئے گا؟ علم کے لیے تو یکسوئی وسکون چاہیے۔ اس لیے حفظ وناظرہ والے اساتذہ کو بھی بلایا گیا ہے کہ اپنے بچوں کو سنت کی زندگی اور اخلاصِ نیت سکھاؤ۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم میں برکت دو وجہ سے ہوتی ہے ایک تو اساتذہ کا ادب اور دوسرا تقویٰ۔ اگر انسان میں گناہ کرنے کی عادت ہے تو اُس کے علم میں برکت نہیں ہوگی لہٰذا استادوں کا ادب کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

ہڑتال اور اسٹرائک غیر شرعی عمل ہے

دوسرے یہ کہ اسٹرائیک غیر شرعی چیز ہے، یہ کافروں کی چیز ہے، اگر کوئی مُلّا اسٹرائیک کرتا ہے تو اُسے کہو کہ کیوں کافروں جیسا کام کر رہے ہو؟ کیونکہ اسٹرائیک کافروں نے ایجاد کی ہے، طالبِ علموں میں یہ چیزیں کہاں سے آ گئیں؟ اساتذہ کہہ رہے ہیں کہ امتحان دو اور یہ لوگ اسٹرائیک کر کے کہہ رہے ہیں کہ ہم امتحان نہیں دیں گے، ایسے لوگوں کی معافی بھی قبول نہیں کرنی چاہیے۔ آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرو بلکہ فوراً مدرسہ سے نکال دو، یہ کام میرے شیخ نے کیا تھا، میرے شیخ کے مدرسہ میں کچھ نالائقوں نے ایسا کیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میرا عبدالجبار لاؤ، عبدالجبار حضرت کی لاٹھی کا نام تھا، میں ان کی لاش گراؤں گا پھر بھیجوں گا تاکہ معلوم ہو کہ یہ عبدالغنی کا مدرسہ ہے۔

ادب کے ثمرات

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ کے اس مدرسہ کا نام بیت العلوم رکھا تھا، یہ ایک گمنام مدرسہ ہے، اُس مدرسہ کا کوئی نام بھی نہیں جانتا لیکن

آج حضرت کی دعاؤں کی برکت سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ آپ کی سند کہاں ہے؟ میں یہی کہتا ہوں یَا سَنَدَ مَن لَّا سَنَدَ لَہٗ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کے پاس کس ادارہ کی سند ہے؟ نہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور نہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب سے سند کے بارے میں پوچھا تھا، کیونکہ وہاں تو اخلاق کی اصلاح کرانی تھی لیکن اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ علمائے بنگلہ دیش کہتے ہیں کہ جب آپ کی تقریر ہوتی ہے تو ہم اپنا علم بھول جاتے ہیں۔ محدِّث لال باغ مولانا عبدالمجید صاحب کہتے ہیں کہ جب میں آپ کا بیان سنتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے سامنے بالکل جاہل ہوں، یہ ان کی شرافتِ طبع ہے، یہ ہے اپنے کو مٹانا۔

جس شخص نے اپنے استادوں کی خوب خدمت کی اللہ تعالیٰ نے اُس سے علم کا کام لیا۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عالم اپنے گاؤں گیا اور اپنے شاگردوں کو بلایا۔ ایک شاگرد آ گیا دوسرا شاگرد نہیں آیا کیونکہ وہ ہل جوت رہا تھا، استاد کو جب علم ہوا کہ دوسرا شاگرد ہل جوتنے کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں آیا تو اُن کو غم ہوا اور پہلا شاگرد جو استاد کے بلانے پر سارے کام چھوڑ کر فوراً بھاگ کر آ گیا اُس سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ تو جس نے اپنے مشائخ اور اساتذہ کا ادب کیا، اللہ تعالیٰ نے اُس سے کام لیا اور جس نے بدتمیزی اور استغناء کیا اُس سے علم کی برکت چھین لی گئی۔

تو اپنے بڑوں کا ادب کرو اور ان کے آگے کبھی اکڑو مت، یہ مت کہو کہ میری روزی تو اللہ دیتا ہے مجھے ان کا ادب کرنے کی کیا ضرورت ہے ورنہ تو ابّا سے بھی ایسا کہو گے کہ مجھے تو اللہ نے کھلایا ہے آپ نے تھوڑی کھلایا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مہتمم کہاں سے کھلاتا ہے؟ یہ تو چندہ لے کر کھلاتا ہے۔ میں

کہتا ہوں کہ ابّا سے بھی ایسا کہہ دو کہ آپ نے ہمیں کہاں سے کھلایا ہے؟ یہ تو اللہ نے روزی دی ہے۔ اگر تم نے اپنے باپ کا کھایا تو مہتمم کا بھی کھایا کیونکہ مہتمم کو خدا ہی دیتا ہے اور ابّا کو بھی خدا ہی دیتا ہے۔ لہٰذا اس منطق سے تو باپ کا بھی شکریہ ختم ہوگیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ واسطۂ نعمت کا بھی شکر ادا کرو:

((مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ))

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب الشکر لمن احسن الیك)

بتائیے! حدیث میں لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کا جملہ ہے یا نہیں؟ اگر تم کو کوئی رومال بھی پیش کرے تو اسے جَزَاكَ اللّٰہُ خَیْرًا کہئے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے بڑوں کا ادب کیا اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں برکت دیں گے اور اُس کے لیے ایسے جوان پیدا ہوں گے جو اس کا ادب کریں گے۔ اس حدیث کے راوی بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

جس میں ادب نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ انسان ہی نہیں ہے۔ اس لیے اپنے باپ کا ادب کرو، ماں کا ادب کرو، استادوں کا ادب کرو، یہاں تک کہ تم سے عمر میں جو بھی بڑا ہو، جو بھی سفید ڈاڑھی والا ہو، چاہے وہ تمہارا استاد بھی نہ ہو تو بھی اپنے تمام بڑوں کا ادب کرو، ان شاء اللہ! تمہارے چھوٹے تمہارا ادب کریں گے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رَسّی ڈال کر ایک درخت تک کھینچا۔ اس کے بعد ایک دن اُس کا بیٹا بھی اس کو وہیں تک کھینچ کر لے گیا جہاں تک اس نے اپنے باپ کو کھینچا تھا۔ تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! اس درخت سے آگے مت کھینچنا ورنہ ظالم ہوجاؤ گے۔ بیٹے نے کہا کہ یہاں تک جو میں نے کھینچا ہے تو کیا میں ظالم نہیں ہوا؟ باپ نے کہا کہ میں نے تیرے دادا کو یہاں تک کھینچا تھا۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اپنے بڑوں کا ادب کرو اور اس نیت

سے بھی ادب نہ کرو کہ جب ہم بڑھے ہوجائیں گے تو لوگ ہمارا ادب کریں گے، سب کام اللہ کے لیے کرو، اللہ کے لیے پڑھاؤ، اللہ کے لیے بڑوں کا اکرام کرو اور اللہ کے لیے اپنی نظر کو بچاؤ کیونکہ خدا سڑکوں پر بھی تم کو دیکھتا ہے، لہٰذا اللہ کے لیے نظر بچاؤ اور اللہ کے لیے تنہائی میں بھی خدا کو ناراض مت کرو کیونکہ اللہ تنہائی میں بھی تمہارے ساتھ ہے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾

(سورۃ الحدید، آیت:۴)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم دس کوٹھڑیوں کے اندر بھی چھپ کر کوئی کام کرو تو ہم وہاں بھی تمہارے ساتھ ہیں لہٰذا سب نیک کام اللہ ہی کے لیے کرو۔ ہاں! اگر کبھی لغزش ہوجائے تو مایوس بھی نہ ہوجاؤ، فوراً دو رکعت نمازِ توبہ پڑھو اور اللہ سے روؤ اور آیندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نظر خراب ہونے پر چار رکعت صلوٰۃ توبہ کے نفل پڑھو اور کچھ روپیہ خیرات کرو پھر شیطان پیچھا چھوڑ دے گا۔ شیطان کہے گا کہ اس سے بدنگاہی ہوئی، اس نے اللہ سے توبہ کرلی، توبہ سے تو خطا کی معافی ہوگئی لیکن پھر اس نے اپنے نامۂ اعمال میں چار رکعت نفل بھی بڑھوا لیے اور خیرات کا ثواب بھی حاصل کرلیا تو جب وہ اپنا بزنس فیل دیکھے گا تو خود ہی پیچھا چھوڑ دے گا لہٰذا اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کرو۔

طلبہ کو سر پر بال نہ رکھنے کی تلقین

اب ایک اعلان سن لیجیے کہ یہاں پر جتنے لوگ موجود ہیں سب کے سب سر منڈوا دیں۔ البتہ جو اساتذہ اور طلبہ شادی شدہ ہیں اُن کی معافی ہے۔ تو فاسقین کی وضع سے بچو اور صالحین کی وضع میں رہو، آج کل جتنے ہپّی ہیں اُن

کے بال گردن تک ہیں، تو اگر میری خانقاہ میں رہنا ہے تو سب کے سب سر منڈادیں، یہ ایسا حکم ہے کہ اس کے لیے تین دن کا موقع دے رہا ہوں، اگر میں نے تین دن کے بعد کسی کے سر پر بال دیکھے اور سر منڈا ہوا نہیں دیکھا تو اُس کا اِخراج کردیا جائے گا، اگر سر منڈوانے میں چپت کھانے کا خطرہ ہے تو مشین لگوادیں لیکن مُحلِّقِین کا درجہ زیادہ ہے، پہلے مُحلِّقِین ہیں بعد میں مُقصِّرِین ہیں، یہ ہمارے بزرگوں کی بات ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تمام طلبہ کے سر منڈوادیئے جاتے تھے اور جن اساتذہ کی شادی نہیں ہوئی اُنہیں بال رکھ کر کسی کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ سر منڈوانے سے آدھا نفس مرجاتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مورا اپنے پَر نوچ نوچ کر پھینک رہا تھا، کسی نے کہا کہ اس طرح تو تُو حسین نہیں رہے گا، تیرا سارا حسن انہی پروں کی وجہ سے ہے، اُس نے کہا کہ ان پروں پر لعنت بھیجو، سارے شکاری ان پروں ہی کی وجہ سے جنگل میں بندوق لے کر بیٹھے رہتے ہیں، جب میں پر نوچ دوں گا اور کھوسٹ ہوجاؤں گا، شکل بگڑ جائے گی تو آرام سے سوؤں گا پھر کوئی میرا پیچھا نہیں کرے گا لہٰذا سر منڈوا کر ٹیڈیوں سے بے فکر ہوجاؤ، ٹیڈی بھی دیکھ کر کہے گی کہ ہزار سال پرانا مُلّا قبرستان سے نکل کر آرہا ہے تو سر منڈوادیجیے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ آپ لوگ دیکھیں گے، بس صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کی بیویاں ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اپنی مونچھوں کو کٹاؤ کیونکہ بنی اسرائیل نے بڑی بڑی مونچھیں رکھی تھیں جس کی وجہ سے اُن کی بیویاں زِنا میں مبتلا ہوگئیں کیونکہ بڑی مونچھوں کی وجہ سے ان کی شکل خراب ہوگئی اور ان کی بیویوں کو اُن سے نفرت ہوگئی لہٰذا بیوی والوں کو شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے حسن و جمال کو قائم رکھیں لیکن جن استادوں کی شادیاں نہیں ہوئیں ان کو اور تمام

غیر شادی شدہ طلبہ کو سر منڈوا دینا چاہیے، طلبہ کو تو چھوٹے بالوں کی بھی اجازت مت دو، ان کا سر منڈواؤ اور سرسوں کے تیل کی مالش کرواور پھر دیکھو تمہاری شکل نفس وشیطان سے بچتی کیسے رہتی ہے، تمہیں کوئی پوچھے گا بھی نہیں ان شاء اللہ، پھر تم صرف علم حاصل کرنے میں لگ جاؤ گے، پھر جب اللہ کہو گے تو ان کے نام کا مزہ آجائے گا، تلاوت میں مزہ آجائے گا، اسی حسن نے تو ساری دنیا میں فتنہ برپا کیا ہوا ہے۔

تو اپنی مونچھوں کو باریک رکھو، اپنے بزرگوں اور صالحین کو دیکھو، اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے مونچھ تو بالکل بھی آگے نہیں بڑھنی چاہیے، یہ آخری لائن ہے، مونچھوں کا اس لائن سے آگے بڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ مونچھوں کے کٹانے میں مبالغہ کرو چنانچہ ہمارے اکابر کو دیکھو وہ مونچھوں کو بالکل برابر کردیتے ہیں، تو آپ مونچھیں بالکل برابر کرکے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیوں نہیں ہوتے؟ اور مونچھیں ٹھیک کرنے میں افضل یہ ہے کہ ان کو اُسترے سے نہیں بلکہ قینچی سے ٹھیک کرو۔

طلبہ کو بری صحبت سے بچنے کی نصیحت

اور اے طالبِ علمو! بُرے لڑکوں کے ساتھ مت رہو، جو لڑکے ٹیلیویژن دیکھتے ہیں اُن کے ساتھ مت رہو۔ دیکھو! ایک چوہے نے ایک مینڈک سے دوستی کرلی، مینڈک نے کہا کہ میں پانی کا جانور ہوں اور تم خشکی کے جانور ہو، ہماری دوستی نہیں ہوسکتی تو چوہا رونے لگا اور کہا کہ میں تمہاری محبت میں پاگل ہورہا ہوں، میں تمہارے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ غرض مینڈک کو خوب بے وقوف بنا کر دوستی کرلی۔ ایک دفعہ چوہا دریا کے کنارے جا کر بہت رویا مگر مینڈک کو پانی کے اندر سنائی نہیں دیا۔ جب وہ ایک گھنٹے بعد پانی سے نکلا تو

چوہے نے کہا کہ میں ایک گھنٹے سے رو رہا ہوں، دیکھو میرے آنسو نکل رہے ہیں، میں تمہارے بغیر پریشان رہتا ہوں، لہٰذا کوئی ایسا نسخہ بتاؤ کہ میں اپنی پریشانی ظاہر کروں تو تم پانی سے باہر آجاؤ، مینڈک نے کہا کہ ہمیں تو ایسا نسخہ معلوم نہیں، چوہے نے کہا کہ مجھے معلوم ہے، میں مکار ہوں، میں بنیے کی دکان سے ایک ڈوری چرا کر لاتا ہوں، ڈوری کا ایک سرا میرے پاؤں میں باندھ لو اور دوسرا سرا اپنے پاؤں میں باندھ لو، جب میں تمہارے عشق میں بے چین ہوں گا اور ملاقات کا دل چاہے گا تو میں ڈوری کو ہلاؤں گا تو پانی کے نیچے تمہاری ٹانگ بھی ہل جائے گی اور تم سمجھ جانا کہ چوہا مجھ کو بہت یاد کر رہا ہے۔ اب چوہا بنیے کی دکان سے ڈوری چرا کر لایا، اس کا ایک سرا اپنے پیر میں باندھا اور مینڈک سے کہا کہ دوسرا سرا اپنے پاؤں میں باندھ لو، پھر بے شک پانی کے نیچے رہو۔ ایک دن ایک بھوکی چیل نے دیکھا کہ دریا کے پاس لقمۂ تر یعنی چوہا موجود ہے، بس چیل نیچے آئی اور چوہے کو پکڑ کر لے گئی۔ جب چیل چوہے کو لے کر اُڑی تو ڈوری سے بندھا ہونے کی وجہ سے مینڈک صاحب بھی نیچے لٹکے ہوئے تھے بس پھر چیل نے چوہے کو بھی کھایا اور مینڈک کو بھی کھایا۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بچوں کو سکھاؤ کہ بُرے لڑکوں کے ساتھ دوستی مت کرو ورنہ جب چیل انہیں اُٹھائے گی تو تم لوگ بھی ساتھ ہی لٹکے ہوئے ہوگے۔ لہٰذا جو لڑکے ٹیلیویژن دیکھتے ہوں اور گناہوں میں مبتلا ہوں اُن کے ساتھ دوستی بھی مت کرو، جو نمازی اور نیک ہوں اُن کے ساتھ دوستی کرو۔

اب دعا کرو کہ اے اللہ! ہمیں تقویٰ اور استادوں کا ادب نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! جو نالائق لوگ ہوں اُن کو اپنی رحمت سے ہمارے ادارہ میں نہ آنے دیجیے۔ یا اللہ! جو غدار اور بے وفا ہوں اُن کو بھی ہمارے ادارہ میں کبھی نہ آنے دیجیے۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے باوفا اور نیک اور لائق طالبِ علم عطا

فرمائیے اور اس سال جو کتابیں شروع ہورہی ہیں اپنی رحمت سے اُن میں برکت ڈال دیجیے اور طالبِ علموں کے دماغ میں اس کو خوب سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ان کا حافظہ قوی فرما دیجیے، تقویٰ اور ادب سے رہنے کی توفیق نصیب فرما دیجیے۔ ہم کو، اساتذہ کو، طلبہ کو اخلاصِ نیت عطا فرمائیے، ہمارے پڑھنے اور پڑھانے میں برکت ڈال دیجیے اور ہمارے مدرسہ سے طلبہ کو بہترین عالم بنا دیجیے، اللہ والا عالم بنا دیجیے، ان کے علم میں برکت ڈال دیجیے، تھوڑے سے وقت میں ان کے علم میں ایسی برکت عطا فرمائیے کہ ان کو ذرا سا بھی احساسِ کمتری نہ ہو۔ یا اللہ! اساتذہ کو محنت سے پڑھانے کی اور طلبہ کو محنت سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے اور ان تمام دعاؤں کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ایک اہلِ دل کی ایک مدرسہ کے مہتمم سے دردمندانہ گزارش

بخدمت اقدس حضرت مولانا............مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ کے ساتھ آپ کی حیات طیبہ میں خوب برکت عطا فرمائیں۔ حضرت! آپ جانتے ہی ہیں کہ عمومی طور پر باہر کا ماحول کتنا خطرناک ہے، پھر مدرسہ کے پاس بڑے بڑے اسٹور کھلنے کی وجہ سے ماحول اور بھی گندہ ہوگیا ہے جو طالبِ علمِ دین کے لئے بلاشبہ زہرِ قاتل ہے۔ مزید تباہی جگہ جگہ انٹرنیٹ کیفے کھلنے سے ہورہی ہے۔ جہاں بہت ہی معمولی قیمت میں انٹرنیٹ پر فحش فلمیں نہ صرف دیکھی جارہی ہیں بلکہ ان ننگی فلموں کو ایک کم قیمت اور بہت چھوٹے سے میموری کارڈ میں ریکارڈ کرکے جدید موبائل (جو بہت سستے مل جاتے ہیں) میں لگا کر بھی دیکھا جا سکتا ہے جس سے امتِ مسلمہ خصوصاً نوجوان اپنی جوانی برباد کرنے کے علاوہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃَ ہورہے ہیں۔ بندہ ناکارہ کی معلومات میں مدرسہ ہٰذا میں بھی بعض طلبہ اس زہر کا شکار ہیں۔

اس ناکارہ کا بیٹا بھی مدرسہ ہٰذا میں متعلم ہے۔ بفضلِ خدا بہت ہی نیک طبیعت اور دیندار مزاج ہے۔ ہمیشہ بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوتا آیا ہے۔ بندہ نے بھی مدرسہ ہٰذا کا چناؤ اس کے علمی قابلیت کے بجائے رضاءِ الٰہی، اخلاصِ نیت، تربیت وتزکیۂ نفس کے اعلیٰ معیار کی وجہ سے کیا تھا۔ لیکن دوسال سے اپنے بیٹے میں ایمانی واخلاقی تنزّلی دیکھ رہا ہوں۔ طاعات وعبادات میں بے شوقی بھی پیدا ہوگئی ہے۔

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ کھانے اور نماز کے وقفہ کے دوران طلبہ اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں اور بعض طلبہ کو اردگرد کی مارکیٹوں میں گھومتے دیکھا گیا ہے۔ لہٰذا بندہ کو اپنے بیٹے کے موجودہ چلن سے اس بات کا سخت خطرہ ہوا کہ وہ اس وقفہ کی آزادی سے مسموم نہ ہوگیا ہو اور انتہائی ضروری معلوم ہوا کہ آنجناب کی

توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلا کر درخواست کرے کہ ان امور کے اہتمام کا فوری حکم جاری فرما کرامت پر احسانِ عظیم فرمائیں:

(۱)......طلبہ کو مدرسہ لگنے کے بعد سے چھٹی ہونے تک مدرسہ سے ہرگز باہر نہ نکلنے دیا جائے (علاوہ بحالتِ مجبوری و بہ اطلاعِ سرپرست) البتہ کینٹین کا انتظام خوب اچھا ہو تا کہ طلبہ کا دل اندر ہی رہے۔ انشاء اللہ یہ حفاظتِ دین ہی میں شمار ہوگا۔

(۲)......طلبہ کو ہرگز مدرسہ میں موبائل رکھنے کی اجازت نہ ہو۔ البتہ جن طلبہ کی مجبوری ہو وہ بالکل سادہ موبائل یعنی جس میں میموری کارڈ اور کیمرہ کی سہولت نہ ہو اپنے اپنے بیگ میں رکھیں یا مدرسہ میں آتے وقت کسی ذمہ دار کے پاس جمع کروا کر مدرسہ سے واپسی پر لے لیں۔

مؤدبانہ گزارش ہے کہ مدرسہ کی کینٹین کا انتظام بہتر بنا کر اور کم از کم دو ٹیلیفون P.C.O کے طور پر اچھی حالت میں لگوا کر مندرجہ بالا امور کے نفاذ میں مدد حاصل کرنی چاہئے تا کہ طلبہ کو باہر جانے کا جواز ہی ختم ہو جائے۔ مزید یہ کہ یہ پابندیاں رسمی یا عارضی نہ ہوں۔

بندۂ عاجز انتہائی دکھ کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اگر مستقل طور پر ان پابندیوں کا نفاذ جلد نہ ہوا تو بندہ اپنے بیٹے کو مدرسہ ہٰذا سے نکال لے گا، کیونکہ بندہ کی تمنا یہی ہے کہ بندہ خود بھی پہلے متقی ہو پھر عالم ہو۔ اگر عالم بننے میں تقویٰ کی ضمانت نہ ہو بلکہ سارے شعبہ ہائے زندگی کو چھوڑ کر صرف جوتی گانٹھنے میں تقویٰ کی ضمانت ملے تو بندہ اپنے بیٹے کو غیر متقی عالم بنانے کے بجائے جوتی گانٹھنے والا لیکن متقی بننے کو ترجیح دے گا۔

نوٹ: حضرت......صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں کراٹے شروع ہونے کی خوشخبری ملی۔ بہت مبارک ہو کہ طلبہ کو ذہنی نشونما کے ساتھ جسمانی صحت اور ایک اچھی تفریح کا سامان ملا۔ براہِ کرم اسے ضرور جاری رکھئے۔

فقط والسلام

ایک دکھی و عاجز باپ